INTERNATIONAL JOURNAL OF
SOCIAL SCIENCES BULLETIN
ISSN: (E) 3007-1917 (P) 3007-1909

Volume 4, Issue 3, 2026

حکومتی سطح پر بدعنوانی کا انسداد: سیرتِ نبوی ﷺ کے اصولِ حکمرانی کی روشنی میں ایک اطلاقی مطالعہ

Komal Mushtaq[*1], **Muhammad Qasim**[2], **Dr Wajid Ali**[3]

[*1,2]*M.Phil. Scholar, Department of Islamic Studies, The Superior University Lahore, Pakistan*
[3]*Assistant Professor, Department of Islamic Studies, The Superior University Lahore, Pakistan*

[*1]awank9720@gmail.com, [2]waqarsialvi@gmail.com[3]wajidasadi@gmail.com

Corresponding Author: *
Komal Mushtaq
DOI: https://doi.org/10.5281/zenodo.21701663

Received	Accepted	Published
28 January 2026	13 March 2026	27 March 2026

ABSTRACT

﴿إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ﴾

"Indeed, Allah commands you to render trusts to whom they are due and when you judge between people to judge with justice."

The divine mandate of governance places transparency and justice at the very core of a thriving society. When the Prophet Muhammad (ﷺ) laid the foundations of the Medinan state, he completely dismantled the prevalent systems of tribal nepotism and financial exploitation. He transformed public office from a tool of personal enrichment into a sacred trust. Today, state-level corruption—ranging from embezzlement and kickbacks to blatant favoritism—continues to cripple administrative structures, especially in developing nations.

To understand the depths of this crisis, we look back at the Prophetic model to extract practical, administrative solutions for contemporary governance. By critically analyzing classical texts, Hadith literature, and modern socio-political realities, the discussion bridges the gap between early Islamic political thought and modern administrative challenges. We explore exactly how the Prophet (ﷺ) and the Rightly Guided Caliphs dealt with the abuse of power. They did not just give moral sermons. They enforced strict asset declarations, prohibited gifts for public officials, and ensured rapid, impartial accountability.

A striking reality emerges from this exploration. Mere legal frameworks fail to stop corruption if the inner moral compass of a civil servant is dead. The Prophetic approach combines the fear of divine accountability in the Hereafter with swift, uncompromising legal action in this world. The story of the Makhzumi woman is a profound reminder that no one is above the law. Ultimately, fighting administrative decay requires more than paperwork. It demands spiritually awakened leadership, absolute meritocracy, and independent accountability mechanisms that treat the ruler and the commoner exactly the same.

Keywords: *State Corruption, Prophetic Governance, Public Trust (Amanah), Administrative Accountability, Islamic Political Thought, Nepotism, Rule of Law.*

تعارف

انسانی معاشروں کا وجود اور ان کی پائیداری ہمیشہ ایک منصفانہ نظامِ حکومت سے وابستہ رہی ہے۔ تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ کسی بھی ریاست کا انتظامی اور سیاسی ڈھانچہ اس وقت تک استحکام حاصل نہیں کر سکتا جب تک اقتدار کو ایک مقدس امانت تسلیم نہ کیا جائے۔ زمانۂ جاہلیت میں قبائلی سرداری اور حکومتی اختیارات کو طاقت کے بل بوتے پر حاصل کی جانے والی ذاتی جاگیر سمجھا جاتا تھا۔ طاقتور طبقات اپنے اثر ورسوخ کے

ذریعے غریبوں کا استحصال کرتے تھے۔ اسلام نے اس ظالمانہ طرزِ فکر کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ حکومتی عہدوں اور مناصب کو ذاتی جاہ و جلال یا مادی منفعت کا ذریعہ ماننے سے صاف انکار کر دیا گیا۔ ان مناصب کو خالقِ کائنات اور مخلوق کی طرف سے سونپی گئی ایک بھاری ذمہ داری قرار دیا گیا۔ نظامِ سیاست و ریاست کی کامیابی کا سارا دارومدار اس بات پر کھڑا کر دیا گیا کہ حکومتی امور ان افراد کے سپرد کیے جائیں جو اہلیت اور دیانت داری کے اعلیٰ معیار پر پورے اترتے ہوں۔ عہدہ کوئی انعام نہیں ہے جسے من پسند افراد میں بانٹ دیا جائے۔ یہ ایک کڑی آزمائش ہے۔

قرآن مجید نے اس تصورِ امانت کو معاشرتی اور ریاستی سطح پر نافذ کرنے کا بڑا واضح اور دوٹوک حکم دیا ہے۔ امانت داری کا یہ حکم محض مالی لین دین تک محدود نہیں ہے، نظامِ مملکت کی تمام کلیدی ذمہ داریاں اس کے دائرے میں آتی ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ

ترجمہ: "بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل لوگوں کے سپرد کرو، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔"[1]

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں معروف مفسر امام ابن جریر الطبری لکھتے ہیں کہ یہ حکم عام ہے لیکن اس کا براہِ راست اطلاق حکمرانوں اور ریاستی عہدیداروں پر ہوتا ہے کہ وہ عوامی مناصب کو مستحق اور اہل افراد کے سپرد کریں[2]۔ قرآنی احکامات کی رو سے منصب کی تفویض میں میرٹ کو نظر انداز کرنا دراصل اس امانت میں کھلی خیانت کے مترادف ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ریاستِ مدینہ میں اس امانت داری کا بہترین عملی نمونہ پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہر عہدے دار کو اس کی ذمہ داری کا احساس دلایا اور ایک کڑا نظامِ احتساب قائم کیا۔ حاکم اور محکوم کے رشتے کو واضح کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہر سطح کے نگران کو جوابدہ ٹھہرایا۔

كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ

IEER

ترجمہ: "تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔"[3]

عصرِ حاضر کے مفکرین بھی اسی بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ جب اقتدار اور مناصب میں امانت کا تصور ختم ہو جاتا ہے تو ریاست کا پورا ڈھانچہ اندر سے کھوکھلا ہو جاتا ہے۔ اقتدار کو ذاتی جاگیر سمجھنے والے حکمران قوم کے اخلاقی وجود کو تباہ کر دیتے ہیں۔ علامہ محمد اقبال نے اقتدار اور امانت کے اس رشتے کو نہایت خوبصورت پیرائے میں بیان کیا ہے۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر[4]

جب کوئی معاشرہ ان بنیادی اصولوں سے انحراف کرتا ہے تو وہ بہت جلد بدعنوانی کے اندھے غار میں جا گرتا ہے۔ حکومتی مشینری کا بنیادی فریضہ عوام کی خدمت کرنا ہوتا ہے۔ امانت داری کے فقدان کے باعث یہی مشینری عوام کے بدترین استحصال کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ حکومتی اہلکار قانون کے محافظ ہونے کے بجائے قانون شکن بن جاتے ہیں۔ مشہور مسلم مفکر اور عمرانیات کے بانی ابن خلدون نے ریاستی عمال کی اسی خرابی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ظلم اور بدعنوانی تہذیبوں کی موت کا سبب بنتی ہے۔

الظلم مؤذن بخراب العمران

ترجمہ: "یقیناً ظلم (بدعنوانی) انسانی تہذیب و تمدن کی بربادی کا پیش خیمہ ہے۔"[5]

عصرِ حاضر میں ریاستی بدعنوانی

بدعنوانی کا مرض آج کی دنیا میں ایک انتہائی پیچیدہ اور منظم شکل اختیار کر چکا ہے۔ماضی میں رشوت اور غبن کے طریقے قدرے سادہ ہوا کرتے تھے۔ آج کے ریاستی اور دفتری نظام میں یہ ایک باقاعدہ صنعت کا روپ دھار چکے ہیں۔ مجرمانہ ذہنیت نے قانون کی خامیوں کو استعمال کرتے ہوئے لوٹ مار کے نت نئے راستے تلاش کر لیے ہیں۔عالمی سطح پر کام کرنے والے ادارے بدعنوانی کی تعریف اپنے اپنے انداز اور تجربات کی روشنی میں کرتے ہیں۔ بین الاقوامی سطح پر انسدادِ بدعنوانی کے لیے کام کرنے والے ادارے ٹرانسپیرنسی انٹرنیشنل نے کرپشن کی ایک بڑی جامع تعریف پیش کی ہے۔

"The abuse of entrusted power for private gain".

ترجمہ: "سپرد کردہ اختیارات یا امانت کا ذاتی مفاد کے لیے غلط استعمال کرپشن کہلاتا ہے۔"[6]

اس تعریف کو سامنے رکھا جائے تو آج کے سرکاری محکموں میں ہونے والی بے شمار غیر قانونی سرگرمیاں اس کے دائرے میں آجاتی ہیں۔مالی بدعنوانی ان تمام جرائم میں سب سے نمایاں ہے۔ قومی خزانے سے چلنے والے ترقیاتی منصوبوں اور سرکاری خریداریوں میں اوور بلنگ کا رجحان ایک عام وبا بن چکا ہے۔ عہدیدار اور افسران منصوبے کی اصل قیمت سے کئی گنا زیادہ کا تخمینہ لگاتے ہیں اور اضافی رقم آپس میں بانٹ لیتے ہیں۔اسلامی قانون میں اس عمل کو غبن اور قومی مال کی صریح چوری قرار دیا گیا ہے۔ عوامی فلاح و بہبود کے منصوبوں کے لیے مختص کیا گیا بجٹ ذاتی تجوریوں میں منتقل ہو جاتا ہے۔

رشوت ستانی دفتری نظام کا ایک اور تباہ کن مظہر ہے۔ایک عام شہری اپنا بالکل جائز اور قانونی کام کروانے کے لیے بھی دفتروں کے چکر کاٹتا ہے۔اس کا وقت اور توانائی دونوں ضائع کیے جاتے ہیں۔ آخر کار وہ اپنا حق حاصل کرنے کے لیے رشوت دینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔نظام کی یہ پیچیدگی دانستہ طور پر پیدا کی جاتی ہے تاکہ سائلین کو بلیک میل کیا جا سکے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس عمل کو معاشرے کے لیے زہرِ قاتل قرار دیا اور اس میں ملوث تمام افراد کے لیے سخت وعید سنائی۔

لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ

ترجمہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔"[7]

آج کل بیوروکریسی اور سرکاری محکموں میں رشوت کو تحفے، کمیشن، کک بیکس اور سہولت کاری کی فیس جیسے خوشنما نام دے کر حلال کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ الفاظ بدل دینے سے جرم کی سنگینی کم نہیں ہوتی۔ سرکاری محکموں میں اعلیٰ عہدوں پر فائز افراد اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو نوازتے ہیں۔اقرباپروری کا یہ کلچر میرٹ کا بے دردی سے خون کرتا ہے۔ پڑھے لکھے اور باصلاحیت نوجوان نوکریوں کے لیے دھکے کھاتے ہیں۔نااہل لوگ صرف سفارش کی بنیاد پر کلیدی کرسیوں پر بیٹھ کر پورے نظام کا بیڑہ غرق کر دیتے ہیں۔انتظامی صلاحیت سے عاری افراد جب پالیسیاں مرتب کرتے ہیں تو ریاست کا مقدر صرف تباہی رہ جاتا ہے۔

بدعنوانی کے بنیادی محرکات

معاشرے کبھی بھی راتوں رات بدعنوانی اور کرپشن کا شکار نہیں ہوتے۔اس زوال کے پس پردہ کئی گہرے نفسیاتی، معاشی اور انتظامی اسباب کارفرما ہوتے ہیں۔مادہ پرستی آج کے دور کا سب سے بڑا مرض بن چکی ہے۔ انسان کی قدر و قیمت کا اندازہ اس کے اخلاق، دیانت اور کردار کے بجائے اس کی دولت اور ظاہری شان و شوکت سے لگایا جانے لگا ہے۔مادی مسابقت نے انسان کو روحانی اقدار سے مکمل طور پر بیگانہ کر دیا ہے۔

ہر شخص جلد از جلد امیر بن کر معاشرے میں اپنا رتبہ بلند کرنا چاہتا ہے۔ اس اندھی دوڑ میں حلال اور حرام کی تمیز بالکل مٹ جاتی ہے۔ قرآن مجید نے انسان کے اندر موجود مال کی اس اندھی ہوس کی بڑی واضح تصویر کشی کی ہے۔

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ

ترجمہ: "تمہیں مال کی ہوس (اور ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی چاہ) نے غافل کر دیا، یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔"[8]

مادہ پرستی انسان کے دل سے قناعت اور سکون چھین لیتی ہے۔ سرکاری اہلکار جب اپنے عہدے کو مال کمانے کی مشین سمجھ لیتے ہیں تو پھر ریاست کے خزانے بھی ان کی ہوس پوری کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ ان کا پیٹ قبر کی مٹی کے سوا کسی چیز سے نہیں بھرتا۔ علامہ محمد اقبال نے مادہ پرستی کے اس ناسور کو بڑی خوبصورتی اور دردمندی سے بے نقاب کیا ہے۔

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو

اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا[9]

احتساب کا کمزور اور فرسودہ نظام بدعنوانی کو پروان چڑھانے میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ جب مجرموں کو یہ یقین ہو جائے کہ عدالتیں سالہا سال تک فیصلے نہیں کریں گی، وہ اپنے پیسے اور اثر و رسوخ سے قانون کے شکنجے سے نکل جائیں گے تو ان کے حوصلے مزید بلند ہو جاتے ہیں۔ قانون کا اطلاق امیر اور غریب کے لیے الگ الگ ہو چکا ہے۔ طاقتور طبقات کے لیے قانون نرم ہے، ان کی فائلوں کو دبا دیا جاتا ہے۔ کمزوروں کے لیے انتہائی سخت رویہ اختیار کیا جاتا ہے اور معمولی جرائم پر انہیں سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا جاتا ہے۔ اس یکطرفہ اور امتیازی احتساب سے اداروں کا وقار خاک میں مل جاتا ہے۔

معاشی ناہمواری اور سرکاری ملازمین کی کم تنخواہیں بھی ایک انتہائی تلخ زمینی حقیقت ہیں۔ مہنگائی کے اس بے لگام دور میں جب چھوٹے درجے کا سرکاری ملازم اپنی قلیل تنخواہ سے بچوں کی روٹی، بیماری اور تعلیم کا بندوبست نہیں کر پاتا تو وہ معاشی دباؤ کا شکار ہو کر رشوت کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے۔ اس کا ضمیر ملامت کرتا ہے لیکن حالات کی سنگینی اسے جرم پر آمادہ کر دیتی ہے۔ ریاست کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ملازمین کی معقول معاشی کفالت کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حکومتی عمال کی ضروریاتِ زندگی کا خیال رکھنے کی باقاعدہ تلقین فرمائی تاکہ انہیں کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے۔ یہ تمام عوامل اکٹھے ہو جاتے ہیں تو ریاست کا تنظیمی ڈھانچہ اندر سے گر جاتا ہے۔ بدعنوانی ایک عام سماجی رویہ بن کر پورے تمدن کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔

کرپشن کے معاشرے پر اثرات

بدعنوانی جب ریاستی مشینری میں جڑ پکڑ لیتی ہے تو اس کے اثرات محض چند اعداد و شمار کی گراوٹ تک محدود نہیں رہتے۔ یہ ایک ایسا ہولناک عمل ہے جو معاشرے کی تمدنی بنیادوں اور اخلاقی اقدار کو پاش پاش کر دیتا ہے۔ ریاست اور عوام کے درمیان قائم اعتماد کا رشتہ مکمل طور پر ٹوٹ جاتا ہے۔ عام شہری یہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ اس کے خون پسینے کی کمائی سے ادا کیا گیا ٹیکس عوامی فلاح کے بجائے اشرافیہ کی عیاشیوں کی نذر ہو رہا ہے۔ اس بے اعتمادی سے معاشرے میں مایوسی اور قانون شکنی کا رویہ جنم لیتا ہے۔ شہری ریاستی قوانین کا احترام ترک کر دیتے ہیں۔ تاریخ اور عمرانیات کے مشہور عالم ابن خلدون نے اس سماجی زوال کے حوالے سے ایک انتہائی گہری بات کہی ہے۔

الظلم مؤذن بخراب العمران

ترجمہ: "یقیناً ظلم (بدعنوانی) انسانی تہذیب و تمدن کی بربادی کا پیش خیمہ ہے۔"[10]

معاشی سطح پر اس کے اثرات براہِ راست غیر ملکی سرمایہ کاری اور ملکی ترقی پر پڑتے ہیں۔ جب تاجروں اور سرمایہ کاروں کو ہر قدم پر رشوت اور بیوروکریٹک رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو وہ اپنا سرمایہ دوسرے ممالک میں منتقل کر دیتے ہیں۔ کوئی بھی باشعور سرمایہ کار ایسے ملک میں پیسہ نہیں لگاتا جہاں معاہدوں کا پاس نہ ہو اور فائلوں کو پہیے لگانے کے لیے ناجائز ادائیگیاں کرنی پڑیں۔ معروف امریکی ماہرِ معاشیات سوزن روز ایکرمین اس صورتحال کو یوں بیان کرتی ہیں۔

"Corruption acts as an arbitrary tax that increases the cost of doing business and frightens away foreign direct investment".

ترجمہ: "بدعنوانی ایک من مانے ٹیکس کے طور پر کام کرتی ہے جو کاروبار کرنے کی لاگت میں اضافہ کرتی ہے اور براہِ راست غیر ملکی سرمایہ کاری کو خوفزدہ کر کے بھگا دیتی ہے۔"[11]

سرمائے کے اس فرار اور دولت کے چند ہاتھوں میں سمٹ جانے سے غریب طبقہ فاقہ کشی پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اسلام کے معاشی نظام کا بنیادی ہدف ہی یہ ہے کہ دولت کی گردش کو روکا نہ جائے اور امیروں کی اجارہ داری قائم نہ ہونے دی جائے۔ دولت کو ایک مخصوص طبقے تک محدود کرنا قرآنی اصولوں کی صریح خلاف ورزی ہے۔ قرآن مجید نے اس اصول کو بڑی صراحت سے بیان کیا ہے۔

كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ

ترجمہ: "تاکہ وہ (دولت) تمہارے مالداروں کے درمیان ہی گردش نہ کرتی رہے۔"[12]

وسائل کی اس غیر منصفانہ تقسیم کا سب سے المناک نشانہ نوجوان نسل بنتی ہے۔ باصلاحیت نوجوانوں کو میرٹ پر روزگار نہیں ملتا، ان کے حقوق پامال ہوتے ہیں۔ وہ شدید ذہنی الجھاؤ کا شکار ہو کر جرائم کی طرف مائل ہو جاتے ہیں یا ملک چھوڑ کر ہجرت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ معاشرے سے بہترین دماغوں کا انخلاء شروع ہو جاتا ہے۔ اس محرومی اور طبقاتی ظلم پر علامہ محمد اقبال نے بڑی شدت سے احتجاج کیا ہے۔

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہیں روزی
اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو[13]

سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور تقرریوں کا معیار

عصری انتظامی ڈھانچے کی اس زبوں حالی کے بعد جب ہم ریاستِ مدینہ کے ماڈل کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بدعنوانی کا راستہ روکنے کے لیے سب سے پہلا قدم تقرریوں کے نظام کو شفاف بنا کر اٹھایا۔ کوئی بھی ریاستی عہدہ، گورنری یا مالیاتی ذمہ داری محض رشتہ داری، قبیلے کی وجاہت یا ذاتی تعلق کی بنا پر نہیں دی جاتی تھی۔ ہر منصب کے لیے خالصتاً قابلیت اور امانت داری کو معیار بنایا گیا۔ قرآن مجید نے ایک مثالی منتظم اور کارندے کی دو بنیادی صفات بیان کی ہیں۔ یہ صفات آج کے جدید ہیومن ریسورس مینجمنٹ کے لیے بھی بنیادی اصول کا درجہ رکھتی ہیں۔

إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ

ترجمہ: "بیشک بہترین شخص جسے آپ کام پر رکھیں وہ ہے جو مضبوط (باصلاحیت) اور امانت دار ہو۔"[14]

ان دو صفات یعنی قوت اور امانت پر بحث کرتے ہوئے نامور فقیہ امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ ہر منصب کی قوت اس کے کام کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے۔ جنگی قیادت کے لیے بہادری اور جنگی حکمتِ عملی قوت ہے۔ عدالتی امور میں قوت سے مراد علم اور فیصلے کی صلاحیت ہے۔ امانت سے مراد خوفِ خدا اور خیانت سے پرہیز ہے[15]۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تقرری کے اس معیار پر کبھی سمجھوتہ نہیں کیا۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام میں اپنے زہد، تقویٰ اور سچائی کے لیے بے مثال مقام رکھتے تھے۔ انہوں نے جب ایک دفعہ بارگاہِ رسالت میں کسی علاقے کی گورنری طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں ان کی انتظامی کمزوری کا احساس دلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بڑی صراحت سے عہدہ دینے سے انکار فرمادیا۔ یہ واقعہ واضح کرتا ہے کہ محض عبادت گزار ہونا انتظامی عہدے کے لیے کافی نہیں ہوتا۔

يَا أَبَا ذَرٍّ، إِنَّكَ ضَعِيفٌ، وَإِنَّهَا أَمَانَةٌ، وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ، إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا، وَأَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ فِيهَا

ترجمہ: "اے ابوذر! تم (انتظامی لحاظ سے) کمزور ہو، اور یہ (امارت) ایک امانت ہے، اور قیامت کے دن یہ رسوائی اور ندامت کا باعث ہو گی، سوائے اس شخص کے جس نے اسے اس کے حق کے ساتھ لیا اور اس میں جو اس کے ذمے تھا اسے ادا کیا۔"[16]

یہ اسوہ ہمیں بتاتا ہے کہ صرف نیک اور پرہیز گار ہونا کسی بھی سرکاری منصب کے لیے اس وقت تک کافی نہیں جب تک اس شخص میں اس محکمے کو چلانے کی انتظامی اور عملی صلاحیت موجود نہ ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اقربا پروری کی بنیاد پر نااہل لوگوں کو عہدے دینے کو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کھلی خیانت قرار دیا۔ جب کوئی حاکم کسی کم تر صلاحیت والے شخص کو محض پسند کی بنا پر عہدہ دیتا ہے تو وہ پوری قوم کے حقوق غصب کرتا ہے۔

مَنِ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلَى عِصَابَةٍ وَفِي تِلْكَ الْعِصَابَةِ مَنْ هُوَ أَرْضَى لِلَّهِ مِنْهُ فَقَدْ خَانَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ

ترجمہ: "جس شخص نے مسلمانوں کے کسی گروہ پر کسی ایسے شخص کو عامل بنایا، حالانکہ اس گروہ میں کوئی ایسا شخص موجود تھا جو اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ (اہل) تھا، تو اس نے یقیناً اللہ، اس کے رسول اور تمام مؤمنین کے ساتھ خیانت کی۔"[17]

شفافیت اور حکومتی عمال کا احتساب

تقرریوں کے کڑے معیار کے ساتھ ساتھ ریاستی مشینری کو کرپشن سے پاک رکھنے کے لیے مالیاتی شفافیت کا نظام ناگزیر ہے۔ ریاست مدینہ میں بیت المال ایک مقدس امانت سمجھا جاتا تھا۔ حکومتی کارندوں کو اس بات کی قطعی اجازت نہیں تھی کہ وہ اپنے منصب کا فائدہ اٹھا کر کوئی بھی مادی مراعات حاصل کریں۔ شریعت نے سرکاری مال میں خرد برد کرنے کو "غلول" کا نام دیا ہے۔ یہ عام چوری سے کہیں بڑا جرم ہے کیونکہ اس میں پوری قوم کا حق مارا جاتا ہے۔ چوری میں انسان کسی ایک فرد کا مجرم ہوتا ہے، غلول میں وہ پوری ریاست کا مجرم بن جاتا ہے۔

عہدیداروں کو ملنے والے تحائف بظاہر تو محبت اور تعلق کا اظہار معلوم ہوتے ہیں، حقیقت میں یہ رشوت کی ہی ایک پوشیدہ اور خطرناک شکل ہوتے ہیں۔ سرکاری محکموں میں ٹھیکیدار اور مفاد پرست عناصر افسران کو مہنگے تحائف دے کر ان سے ناجائز کام نکلواتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس چور دروازے کو ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت ابن اللتبیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زکوۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا اور انہوں نے واپس آ کر سرکاری مال کے ساتھ کچھ تحائف بھی پیش کیے، تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سخت جلال میں آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر پوری امت کے لیے ایک واضح قانون وضع کر دیا۔

مَا بَالُ الْعَامِلِ نَبْعَثُهُ، فَيَأْتِي يَقُولُ: هَذَا لَكَ وَهَذَا لِي، فَهَلَّا جَلَسَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ وَأُمِّهِ فَيَنْظُرَ أَيُهْدَى لَهُ أَمْ لَا

ترجمہ: "اس عامل کا کیا حال ہے جسے ہم بھیجتے ہیں تو وہ آ کر کہتا ہے کہ یہ آپ کا ہے اور یہ میرے لیے (تحفہ) ہے۔ تو وہ کیوں نہ اپنے باپ اور ماں کے گھر بیٹھا رہا، پھر دیکھتا کہ اسے تحفہ دیا جاتا ہے یا نہیں!"[18]

یہ فیصلہ آج کی جدید ریاستوں کے لیے مفادات کے ٹکراؤ کا بہترین حل فراہم کرتا ہے۔ ایک سرکاری افسر کو اس کی کرسی اور منصب کی وجہ سے ملنے والا ہر فائدہ دراصل رشوت ہے جس کا خمیر غلول سے اٹھا ہے۔ سرکاری اموال میں ایک سوئی کے برابر بھی خیانت کرنے والے

INTERNATIONAL JOURNAL OF
SOCIAL SCIENCES BULLETIN
ISSN: (E) 3007-1917 (P) 3007-1909
Volume 4, Issue 3, 2026

کے لیے قیامت کے دن سخت رسوائی کا اعلان کیا گیا ہے۔ جنگِ خیبر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا سامان اٹھانے والا ایک شخص جب مارا گیا اور لوگوں نے اسے جنتی قرار دیا تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک لرزہ خیز حقیقت بیان فرمائی۔

كَلَّا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي أَخَذَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ، لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ، لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا

ترجمہ: "ہر گز نہیں! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ چادر جو اس نے خیبر کے دن مالِ غنیمت میں سے تقسیم ہونے سے پہلے چرالی تھی، وہ اس پر آگ بن کر بھڑک رہی ہے۔"[19]

احتساب کا یہ بے لاگ تصور بعد میں خلفائے راشدین کی پالیسیوں کا حصہ بنا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں گورنروں کی تقرری کے وقت ان کے تمام اثاثوں کی فہرست بنوانے کا طریقہ رائج کیا۔ اگر کسی گورنر کی دولت میں اس کی تنخواہ سے غیر معمولی اضافہ دیکھا جاتا تو اس کی باقاعدہ تفتیش کی جاتی۔ اضافی مال ضبط کر کے بیت المال میں جمع کروا دیا جاتا تھا۔ احتساب کا یہ ایسا شفاف طریقہ تھا جس نے بڑے بڑے حکام کے دلوں میں اللہ کا خوف بیدار رکھا۔ انہیں عوامی وسائل کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرات نہ ہوئی۔

قانون کی بالادستی اور عدل کا بلاامتیاز نفاذ

معاشرتی امن اور ریاستی استحکام کی پہلی شرط قانون کی بالادستی ہے۔ جب کسی ملک کا عدالتی نظام کمزور اور طاقتور کے لیے الگ معیارات قائم کرلے تو وہ تمدن تباہی کی طرف بڑھنے لگتا ہے۔ بدعنوانی کو تحفظ دینے والا سب سے بڑا عامل اشرافیہ کو حاصل ہونے والا استثنا ہے۔ جہاں مقتدر حلقے خود کو قانون سے بالاتر سمجھیں، وہاں جرائم پیشہ عناصر کو کھلی چھٹی مل جاتی ہے۔ معروف مفکر جان لاک نے قانون اور استبدادی طرزِ حکومت کے باہمی تعلق پر بحث کرتے ہوئے ایک گہرا نکتہ پیش کیا ہے۔

"Wherever law ends, tyranny begins".

ترجمہ: "جہاں قانون ختم ہوتا ہے، وہاں ظلم کا آغاز ہوتا ہے۔"[20]

اسلامی ریاست کا اساسی نظریہ یہ ہے کہ قانون کے شکنجے سے کسی بھی بااثر فرد کو بچنے کی اجازت نہ دی جائے۔ منشائے الٰہی یہی ہے کہ انصاف قائم کرتے وقت کسی مصلحت، قرابت داری یا ذاتی تعلق کو آڑے نہ آنے دیا جائے۔ قرآن مجید نے عدل کے اس بے لچک معیار کو قائم کرنے کے لیے اہل ایمان کو سخت ترین ہدایت فرمائی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ

ترجمہ: "اے ایمان والو! تم انصاف پر مضبوطی سے قائم رہنے والے بن جاؤ، اللہ کے لیے گواہی دینے والے، چاہے وہ (گواہی) خود تمہاری اپنی ذات، یا والدین، یا قریبی رشتہ داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔"[21]

سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے معاشرے سے وی آئی پی کلچر اور امتیازی سلوک کا مکمل خاتمہ فرمایا۔ فتح مکہ کے موقع پر جب بنو مخزوم کی ایک خاتون فاطمہ چوری کے سنگین جرم میں گرفتار ہوئی تو قریش کے سرداروں نے اپنی خاندانی عزت بچانے کے لیے اثر ورسوخ استعمال کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے محبوب صحابی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سفارش کے لیے بھیجا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سفارش پر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم غضب ناک ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر قانون کی یکساں حکمرانی کا وہ تاریخی اصول پیش کیا جو رہتی دنیا تک کے عدالتی نظاموں کے لیے بنیادی دستور ہے۔

أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ، ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَايْمُ اللَّهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا

ترجمہ: "کیا تم اللہ کی حدوں میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا، فرمایا: اے لوگو! تم سے پہلے لوگوں کو اسی بات نے ہلاک کیا کہ جب ان میں کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے، اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے۔ اللہ کی قسم! اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔"[22]

انصاف کے نفاذ میں یہ سختی بدعنوانی کی فضا کو جڑ سے ختم کر دیتی ہے۔ جب مقتدر طبقات کو یہ معلوم ہو کہ ان کا خاندانی نسب یا سیاسی مقام انہیں سزا سے نہیں بچا سکتا تو وہ اختیارات کے ناجائز استعمال سے باز رہتے ہیں۔ کرپٹ نظاموں میں ہمیشہ غریب پس کر رہ جاتا ہے، طاقتور عیاشی کرتا ہے۔ اس طبقاتی بگاڑ کو علامہ محمد اقبال نے اپنے اشعار میں ایک کائناتی سچائی کے طور پر بیان کیا ہے۔

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے

ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات[23]

مظلوم کی دادرسی اور شکایات کے ازالے کا طریقہ کار

سرکاری محکموں میں بدعنوانی کے پھیلنے کی ایک بڑی وجہ یہ ہوتی ہے کہ عام شہریوں اور حاکمِ اعلیٰ کے درمیان گہرے پردے حائل ہو جاتے ہیں۔ بیوروکریسی سائلین کے لیے اپنے دروازے بند کر دیتی ہے۔ صوابدیدی اختیارات کے ذریعے ان کا معاشی استحصال کیا جاتا ہے۔ سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس درباری اور آمرانہ ثقافت کا یکسر خاتمہ فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مسجدِ نبوی کو دادرسی کا سب سے بڑا مرکز بنایا۔ وہاں سائل کسی دربان یا محافظ کی رکاوٹ کے بغیر براہِ راست آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تک پہنچ سکتا تھا۔ یہ ایک ایسی کھلی کچہری تھی جہاں مساوات کا عملی مظاہرہ کیا جاتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حکومتی عمال اور افسران پر لازم کیا کہ وہ عوام کے دکھ درد اور ان کے مسائل کو حل کرنے کے لیے ہمہ وقت میسر رہیں۔ جو افسر عوام سے دوری اختیار کرتا ہے، وہ منشائے الٰہی کی صریح خلاف ورزی کرتا ہے۔ وہ اپنی ذمہ داریوں سے مجرمانہ غفلت کا مرتکب ہوتا ہے۔

مَنْ وَلَّاهُ اللَّه شَيْئًا مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَاحْتَجَبَ دُونَ حَاجَتِهِمْ وَخَلَّتِهِمْ وَفَقْرِهِمْ، احْتَجَبَ اللَّهُ دُونَ حَاجَتِهِ وَخَلَّتِهِ وَفَقْرِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ترجمہ: "جس شخص کو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے کسی معاملے کا حاکم بنائے اور وہ ان کی حاجت، ضرورت اور فقر کے وقت ان سے پردہ کر لے (اپنے دروازے بند کر لے)، تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ضرورت، فقر اور محتاجی کے وقت اس سے پردہ کر لے گا۔"[24]

مسجدِ نبوی کی مجالس میں ہونے والی سماعتیں بالکل کھلے ماحول میں ہوتی تھیں۔ وہاں کوئی کارروائی پوشیدہ نہیں رکھی جاتی تھی۔ اس کھلی عدالت کا فائدہ یہ تھا کہ کوئی بھی اہلکار اپنے خلاف شکایت درج ہونے کے خوف سے کسی کا حق نہیں مار سکتا تھا۔ مظلوم کو احتجاج کرنے اور اپنا حق مانگنے کی پوری آزادی دی گئی تھی۔ ایک مرتبہ جب ایک قرض خواہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اپنا قرض واپس مانگتے وقت سخت لہجہ اختیار کیا، صحابہ کرام نے اسے روکنا چاہا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صحابہ کو روک دیا اور فرمایا کہ صاحبِ حق کو بات کہنے کی پوری صولت حاصل ہوتی ہے۔ یہ واقعہ آزادیِ اظہارِ رائے کا ایک بے نظیر نمونہ ہے۔

مسلم معاشرے کے شہریوں کو یہ سیاسی اور دستوری حق دیا گیا کہ وہ مقتدرہ کے غلط اقدامات پر پرامن احتجاج کر سکیں اور حکمرانوں کا محاسبہ کریں۔ ظالم حاکم کے سامنے کلمہ حق کہنا ایمان کا سب سے بڑا تقاضا قرار پایا۔

أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ

ترجمہ: "سب سے افضل جہاد ظالم حاکم کے سامنے عدل کی بات کہنا ہے۔"[25]

سماجی احتساب اور آزادیِ اظہارِ رائے کا یہ جذبہ معاشرے کے ارکان میں خود اعتمادی پیدا کرتا ہے۔ جب عوام حق گوئی کو اپنا اخلاقی فریضہ سمجھ لیں تو ریاست کے کارندے کرپشن اور لوٹ مار کی جرات نہیں کرپاتے۔ علامہ محمد اقبال نے حق گوئی کے اسی جوہر کو مردِ مومن کا اصل آئین قرار دیا ہے۔

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی[26]

خلفائے راشدین کا طرزِ حکومت اور اصلاحات

عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین نے ان ابدی اصولوں کو باقاعدہ ریاستی قوانین اور ادارہ جاتی اصلاحات کی شکل دی۔ خلافتِ راشدہ کا دور تضادِ مفادات کے خاتمے اور قومی خزانے کے تحفظ کی بہترین نظیر پیش کرتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منصب سنبھالتے ہی اپنے پہلے تاریخی خطبے میں عوام کو اپنے محاسبے کی دعوت دی۔ آپ نے واضح فرمایا کہ اگر وہ کج روی کا مظاہرہ کریں تو عوام کا فرض ہے کہ وہ انہیں سیدھا کر دیں۔ اقتدار کا یہ تصور مروجہ آمرانہ تصورات کی مکمل نفی کرتا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بدعنوانی کو روکنے کے لیے ایک باقاعدہ خفیہ انٹیلی جنس اور مانیٹرنگ سسٹم قائم کیا۔ اس نظام کے انچارج حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ وہ گورنروں کے طرزِ زندگی اور ان کے اثاثوں کی مسلسل جانچ پڑتال کرتے تھے۔ اگر کسی گورنر کی جائیداد میں اس کے مقررہ وظیفے سے زائد اضافہ پایا جاتا تو اس کا نصف مال ضبط کر کے بیت المال میں جمع کروا دیا جاتا۔ آپ نے سالانہ اجتماعِ حج کو پبلک آڈٹ کے ایک عظیم الشان فورم میں تبدیل کر دیا۔ تمام گورنروں کو اس اجتماع میں طلب کیا جاتا تھا۔ عام عوام کے سامنے ان کے خلاف شکایات سنی جاتی تھیں۔ مصری شہری کی گورنرِ مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے کے خلاف کوڑے مارنے کی شکایت پر برسرِعام دادرسی کا واقعہ اسی پالیسی کا درخشاں ثبوت ہے[27]۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی گورنروں کے نام لکھے گئے مکتوبات میں ایک سخت ادارتی اور مالیاتی ضابطہ اخلاق نافذ فرمایا۔ مصر کے گورنر حضرت مالک بن حارث الاشتر رحمہ اللہ کے نام ان کا مکتوب پبلک ایڈمنسٹریشن کا لافانی شاہکار ہے۔ آپ نے انہیں ہدایت فرمائی کہ سرکاری ملازمین کو اتنی معقول تنخواہیں دی جائیں جو ان کی خاندانی ضروریات کے لیے کافی ہوں۔ ملازمین خیانت کرنے سے غنی ہو جائیں۔ اگر اس معقول معاوضے کے بعد بھی کوئی اہلکار خیانت یا کرپشن کا مرتکب پایا جائے تو اس کے خلاف سخت تادیبی کارروائی کی جائے۔ اسے معاشرے میں ذلیل کیا جائے اور اس کے ماتھے پر خیانت کا نشان لگا دیا جائے[28]۔

عدلیہ کی مکمل آزادی کا یہ عالم تھا کہ خلیفہِ وقت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک عیسائی شہری کے خلاف زرہ کا مقدمہ قاضی شریح کی عدالت میں پیش ہوا۔ قاضی شریح نے خلیفہ کے حق میں گواہوں کی کمی کے باعث فیصلہ ایک عام غیر مسلم شہری کے حق میں صادر فرمایا۔ خلیفہ نے اس فیصلے کو بخوشی تسلیم کیا۔ یہ واقعہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ اسلامی طرزِ حکومت میں عدلیہ کو انتظامیہ کے دباؤ سے مکمل آزادی حاصل تھی۔ قانون کی نظر میں امیر المؤمنین اور ایک غیر مسلم شہری کے حقوق میں رتی برابر بھی فرق نہیں تھا۔ ان مقتدر ہستیوں کے قائم کردہ اصولوں پر عمل کر کے ہی معاصر دور کے معطل اور بدعنوان اداروں کی مکمل اصلاح ممکن ہے۔

احتسابی اداروں کی خود مختاری اور نظامِ حسبہ

ریاستی سطح پر بدعنوانی کو قابو کرنے کے لیے ایک خود مختار اور بے لاگ مانیٹرنگ سسٹم کا ہونا ضروری ہے۔ عصرِ حاضر میں اینٹی کرپشن کے اداروں کی سب سے بڑی خامی ان کی انتظامی اور سیاسی بیڑیاں ہیں۔ یہ ادارے حکومتِ وقت کے زیرِ اثر کام کرتے ہیں۔ طاقتور مجرموں پر ہاتھ ڈالنا ان کے لیے ناممکن ہو جاتا ہے۔ سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا سکھایا ہوا نظامِ احتساب اس اداری غلامی سے مکمل پاک تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے احتساب کے عمل کو ایک آزاد اور خود مختار حیثیت دی، جسے بعد میں اسلامی فقہی روایت کے اندر "ولایتِ حسبہ" اور "دیوان المظالم" کا نام دیا گیا۔

قرآنِ مجید نے اس مستقل احتسابی گروہ کی تشکیل کو معاشرے کی بقا کے لیے ایک لازمی شرط قرار دیا ہے۔ یہ گروہ سیاسی دباؤ سے بالاتر ہو کر معاشرے کی تطہیر کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

ترجمہ: "اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے روکے، اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔"[29]

نبوی گورننس کے تحت مدینہ منورہ کے بازاروں اور تجارتی معاملات کی کڑی نگرانی کی جاتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم خود اچانک منڈی کا معائنہ فرماتے۔ ہیرا پھیری کرنے والوں کا وہیں محاسبہ کرتے۔ تجارتی بدعنوانی کو روکنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک ایسا ابدی اصول دیا جو پبلک اور پرائیویٹ سیکٹر دونوں کے لیے یکساں رہنما ہے۔

مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّي

ترجمہ: "جس نے دھوکہ دیا، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔"[30]

اسلامی تاریخ کے ممتاز محقق امام الماوردی لکھتے ہیں کہ محتسب کا بنیادی فریضہ یہ ہے کہ وہ عوامی حقوق کے تحفظ کے لیے حکومت کی بااثر شخصیات کے دباؤ کو یکسر مسترد کر دے۔ ان کے نزدیک اس ادارے کے پاس یہ قانونی قوت ہونی چاہیے کہ وہ عمالِ حکومت کے غیر قانونی اقدامات پر براہِ راست کارروائی کر سکے[31]۔ احتسابی عمل میں کسی قسم کی رعایت پوری ریاست کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کرتی ہے۔

جدید مسلم ریاستوں کو چاہیے کہ وہ اپنے اینٹی کرپشن کمیشنز کو حکومت کے دائرہ اختیار سے باہر نکال کر "دیوان المظالم" کی طرح خود مختار بنائیں۔ جب تک احتساب کرنے والے افسران کو تقرری اور بجٹ کی آزادی حاصل نہیں ہوگی، وہ ملکی مجرموں کے خلاف کارروائی کرنے سے قاصر رہیں گے۔ بدعنوانی کا خاتمہ دل کی آنکھ کے بیدار ہونے اور ایک خوفِ خدا پر مبنی بااختیار مانیٹرنگ فورس کے قیام سے ہی ممکن ہے۔ علامہ محمد اقبال نے انسان کے باطنی احتساب اور بصیرت کو اس انداز میں واضح کیا ہے۔

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں[32]

ڈیجیٹل گورننس کے ذریعے دفتری شفافیت کا حصول

انسانوں کے درمیان براہِ راست تعامل کو کم کر کے دفتری طریقوں کو خودکار بنانا بدعنوانی کو روکنے کا ایک بہت مؤثر عملی طریقہ ہے۔ موجودہ بیوروکریسی میں رشوت ستانی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ سائل کو اپنا کام کروانے کے لیے درجنوں کلرکوں اور افسروں کے سامنے حاضری دینی

پڑتی ہے۔ اس انسانی تعامل کے دوران صوابدیدی اختیارات کا ناجائز فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ شریعتِ اسلامی نے معاملات کو تحریری شکل دینے اور ان کی مکمل دستاویز سازی کرنے کا جو حکم دیا ہے، وہ اس دور کی ڈیجیٹل گورننس اور پیپر لیس فائلنگ سسٹم کا اساسی سرچشمہ ہے۔

قرآن مجید کی طویل ترین آیت، جسے آیت مدائینہ کہا جاتا ہے، مالی معاملات اور معاہدات کو دستاویزی شکل دینے کا قطعی حکم دیتی ہے۔ تحریری شکل میں لایا گیا معاہدہ فریقین کو دھوکہ دہی سے بچاتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ

ترجمہ: "اے ایمان والو! جب تم ایک مقررہ مدت کے لیے آپس میں ادھار کا لین دین کرو، تو اسے لکھ لیا کرو۔"[33]

اس قرآنی ہدایت کی معنوی روح یہ سکھاتی ہے کہ امورِ سلطنت کو زبانی مواصلت یا مبہم دفتری کارروائیوں کے رحم و کرم پر چھوڑنے کے بجائے مکمل ریکارڈ پر لایا جائے۔ جدید معیشت میں بلاک چین، آن لائن پورٹلز اور ای-پروکیورمنٹ کو نافذ کر دیا جائے، تو دفتری رازداری کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ رازداری بدعنوانی کے جراثیم کو پیدا ہونے کا موقع دیتی ہے۔ کھلے نظام میں ہر چیز عوام کے سامنے ہوتی ہے۔ مشہور ماہرِ جرمیات رابرٹ کلٹ گارڈ نے بدعنوانی کی ساختی وجوہات کو ایک علمی فارمولے سے واضح کیا ہے۔

"Corruption = Monopoly + Discretion - Accountability"

ترجمہ: "بدعنوانی = اجارہ داری + صوابدیدی اختیارات – احتساب"[34]

ٹیکنالوجی کا استعمال کر کے سرکاری فیصلوں سے افسروں کے ذاتی صوابدیدی اختیارات کو ختم کیا جاتا ہے۔ تمام ڈیٹا کو پبلک ڈومین میں لا کر ای-گورننس متعارف کرائی جاتی ہے۔ بدعنوانی کا یہ فارمولا خود بخود ناکام ہو جاتا ہے۔ یہ عمل بالکل سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اس مانیٹرنگ اور دستاویزی ماڈل کے مطابق ہے جہاں بیت المال کے اخراجات اور آمدنی کی ایک ایک پائی کا کھلے عام حساب رکھا جاتا تھا۔ کسی بھی دفتری کارروائی کو صیغۂ راز میں نہیں رکھا جاتا تھا۔

IEER
Institute for Excellence in Education & Research

ملازمین کے معاشی تحفظ اور متوازن تنخواہ

بدعنوانی کا خاتمہ صرف سزاؤں اور تادیبی کارروائیوں سے ممکن نہیں ہوتا جب تک ملازمین کے معاشی تحفظ کی زمینی حقیقت کو تسلیم نہ کیا جائے۔ معاصر معاشروں میں نچلے اور متوسط درجے کے سرکاری اہلکاروں کی تنخواہیں اتنی قلیل ہوتی ہیں کہ وہ بنیادی ضروریاتِ زندگی بھی پوری کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ یہ معاشی فرسٹریشن ان کے ضمیر کی دیانت کو دبا دیتی ہے۔ وہ رشوت کو اپنا ایک معاشی حق سمجھ کر قبول کرنے لگتے ہیں۔ سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس معاشی مجبوری کا انتہائی معقول اور پائیدار حل پیش کیا ہے۔

ریاستِ مدینہ کا اصول یہ تھا کہ جو شخص بھی اپنی صلاحیتیں اور وقت ریاست کے سپرد کرے گا، اس کی بنیادی ضروریات کی کفالت بیت المال کی اولین ذمہ داری ہوگی۔ ریاست اپنے ملازمین کو تنہا نہیں چھوڑتی۔

مَنْ كَانَ لَنَا عَامِلًا فَلْيَكْتَسِبْ زَوْجَةً، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ خَادِمٌ فَلْيَكْتَسِبْ خَادِمًا، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَسْكَنٌ فَلْيَكْتَسِبْ مَسْكَنًا

ترجمہ: "جو شخص ہمارا کارندہ مقرر ہو، اگر اس کی بیوی نہ ہو تو وہ بیوی حاصل کرے، اگر اس کے پاس خادم نہ ہو تو وہ خادم حاصل کرے، اور اگر اس کے پاس رہائش کے لیے گھر نہ ہو تو وہ گھر حاصل کرے۔"[35]

اس پے اینڈ پیکیج چارٹر نے سرکاری ملازمین کو معاشی تفکرات سے بالکل آزاد کر دیا۔ معاشی تحفظ ملنے کے بعد ملازمین پوری یکسوئی سے ریاست کی خدمت کرتے ہیں۔ اس کے بعد اگر کوئی ملازم خیانت کا ارتکاب کرتا تو اس کے پاس کوئی اخلاقی عذر باقی نہیں رہتا تھا۔ وہ کڑی سزا کا مستحق قرار پاتا تھا۔

موجودہ دور کی ریاستوں کو چاہیے کہ وہ بیوروکریسی اور دفتری نظام کو درست کرنے کے لیے ملازمین کے لیے 'لیونگ ویج' (گزارے کے لائق معقول معاوضہ) کا نفاذ کریں۔ جب تک غریب کلرک اپنے بچوں کے علاج اور تعلیم کے اخراجات سے نبرد آزما رہے گا، اینٹی کرپشن کے قوانین محض دکھاوے کے اوزار بنے رہیں گے۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ طبقاتی تفاوت کو ختم کرے۔ غریب طبقے کے اس معاشی قتلِ عام اور ناہمواری پر علامہ محمد اقبال نے غریبوں کی بیداری کا ایک عظیم پیغام دیا ہے۔

اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو

کاخِ امراء کے در و دیوار ہلا دو[36]

نتائج بحث

سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اصولِ حکمرانی کی روشنی میں حکومتی سطح پر بدعنوانی کے انسداد کا یہ تفصیلی علمی و تحقیقی مطالعہ کرنے کے بعد کئی اہم حقائق روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گئے ہیں۔ ان نتائج کے جائزے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بدعنوانی کا خاتمہ محض روایتی قوانین سے نہیں بلکہ ایک جامع مانیٹرنگ اور تربیت پر مبنی نظام کو نافذ کرنے سے ہی ممکن ہے۔

- اسلامی اصولِ حکمرانی میں ہر سرکاری عہدہ اور انتظامی منصب ذاتی مفاد کے بجائے ایک کڑی آزمائش اور مقدس ترین امانت ہے۔
- مادہ پرستی کی اندھی ہوس، اخلاقی تنزلی، اور قانون کے نفاذ میں دوہرا معیار معاشرے میں بدعنوانی کو پروان چڑھانے کے بنیادی محرکات ہیں۔
- بدعنوانی کی وجہ سے تمدنی اقدار پامال ہوتی ہیں، معاشی استحکام رخصت ہوتا ہے، اور نوجوان نسل سنگین جرائم یا ہجرت کی طرف مائل ہوتی ہے۔
- سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں مناصب کی تفویض کا واحد معیار قرآنی اصولوں کے مطابق صرف اور صرف اہلیت اور دیانت داری ہے۔
- سرکاری اہلکاروں کو ملنے والے تمام تحائف اور غیر قانونی مراعات "غلول" یعنی خیانت کے زمرے میں آتے ہیں جن کی شریعت میں سخت ممانعت ہے۔
- قانون کی بلاامتیاز عملداری اور طاقتور اشرافیہ کا کڑا احتساب ہی کسی بھی ریاست سے بدعنوانی کو جڑ سے اکھاڑنے کا واحد راستہ ہے۔
- عمالِ حکومت کو معقول تنخواہیں فراہم کر کے ان کا معاشی تحفظ یقینی بنانا ضرورت پر مبنی بدعنوانی کے خاتمے کے لیے ناگزیر ہے۔

سفارشات و تجاویز

اس تحقیق کے دوران سامنے آنے والے نتائج کی روشنی میں، عصرِ حاضر کے حکومتی نظام کو بدعنوانی سے پاک کرنے کے لیے درج ذیل عملی اور تحقیقی سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

- ملکی قوانین سے مقتدر اشرافیہ کو حاصل ہر قسم کا قانونی استثنا آئینی سطح پر مکمل طور پر ختم کر کے قانون کی بلاامتیاز عملداری قائم کی جائے۔
- ملک کے تمام انسدادِ بدعنوانی کے اداروں کو بیرونی سیاسی مداخلت سے پاک کر کے مکمل انتظامی اور مالیاتی خود مختاری دی جائے۔

- سرکاری محکموں کے دفتری نظام اور خریداریوں کو مکمل ڈیجیٹلائزڈ کر کے افسران کے صوابدیدی اختیارات اور انسانی مداخلت کو کم کیا جائے۔
- تمام سرکاری ملازمین، ججوں اور منتخب سیاسی نمائندوں کے لیے تقرری سے قبل اور بعد کے اثاثوں کا کھلے عام اعلان لازمی قرار دیا جائے۔
- سرکاری ملازمین، بالخصوص نچلے درجے کے اہلکاروں کی تنخواہوں کو معروضی معاشی حالات کے مطابق معقول بنا کر ان کا معاشی تحفظ یقینی بنایا جائے۔
- تعلیمی نصاب میں نظریاتی تدریس کے ساتھ ساتھ امانت، دیانت، اور حلال رزق کی اہمیت پر مبنی اخلاقی و عملی تربیت کو لازمی حصہ بنایا جائے۔
- منبر و محراب اور پبلک میڈیا کے ذریعے بدعنوانی کے خلاف سماجی شعور بیدار کیا جائے اور شکایت کنندگان کو مکمل تحفظ فراہم کیا جائے۔
- پبلک سروس کمیشنز کو خود مختار بنا کر تمام سرکاری تقرریوں، تبادلوں اور ترقیوں کو خالصتاً میرٹ اور کارکردگی کی بنیاد پر مانیٹر کیا جائے۔

IEER
Institute for Excellence in Education & Research

حوالہ جات

[1] النساء، 58:4

[2] الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، مکہ مکرمہ: دار التربیۃ والتراث، بے تاریخ، جلد 8، صفحہ 490

[3] البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ، جلد 2، صفحہ 6، کتاب الجمعۃ، باب الجمعۃ فی القری والمدن، حدیث: 893

[4] اقبال، محمد، کلیاتِ اقبال، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1990، صفحہ 315

[5] ابن خلدون، ابو زید عبد الرحمن بن محمد، مقدمہ ابن خلدون، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2005، جلد 1، صفحہ 351

[6] Transparency International, Global Corruption Report 2004, London: Pluto Press, 2004, 12

[7] الترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، بیروت: دار الغرب الاسلامی، 1998، جلد 3، صفحہ 52، کتاب الاحکام، باب ماجاء فی الراشی والمرتشی، حدیث: 1337

[8] التکاثر، 102:1-2

[9] اقبال، محمد، کلیاتِ اقبال بانگِ درا، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1990، صفحہ 142

[10] ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد، مقدمہ ابن خلدون، بیروت: دار القلم، 1984، صفحہ 262

[11] Rose-Ackerman, Susan, Corruption and Government: Causes, Consequences, and Reform, Cambridge: Cambridge University Press, 1999, 15

[12] الحشر، 7:59

[13] اقبال، محمد، کلیاتِ اقبال بالِ جبریل، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1990، صفحہ 402

[14] القصص، 26:28

[15] ابن تیمیہ، تقی الدین احمد، السیاسۃ الشرعیۃ فی اصلاح الراعی والرعیۃ، قاہرہ: دار البیان العربی، 1985، صفحہ 15

[16] القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، بیروت: دار احیاء التراث العربی، بے تاریخ، جلد 3، صفحہ 1457، کتاب الامارۃ، باب کراہۃ الامارۃ بغیر ضرورۃ، حدیث: 1825

[17] النیشابوری، محمد بن عبد اللہ الحاکم، المستدرک علی الصحیحین، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1990، جلد 3، صفحہ 228، حدیث: 4921

[18] البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ، جلد 9، صفحہ 85، کتاب الحیل، حدیث: 7174

[19] البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ، جلد 5، صفحہ 135، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، حدیث: 4234

[20] Locke, John, Second Treatise of Government, London: Awnsham Churchill, 1689, 202

[21] النساء، 135:4

[22] البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ، جلد 4، صفحہ 176، کتاب احادیث الانبیاء، حدیث: 3475

INTERNATIONAL JOURNAL OF SOCIAL SCIENCES BULLETIN
ISSN: (E) 3007-1917 (P) 3007-1909
Volume 4, Issue 3, 2026

[23]اقبال، محمد، کلیاتِ اقبال ضربِ کلیم، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1990، صفحہ 521

[24]السجستانی، سلیمان بن اشعث ابو داؤد، سنن ابی داؤد، صیدا: المکتبۃ العصریہ، بے تاریخ، جلد 3، صفحہ 135، کتاب الخراج والامارۃ والفیء، حدیث: 2948

[25]السجستانی، سلیمان بن اشعث ابو داؤد، سنن ابی داؤد، صیدا: المکتبۃ العصریہ، بے تاریخ، جلد 4، صفحہ 124، کتاب الملاحم، حدیث: 4344

[26]اقبال، محمد، کلیاتِ اقبال بالِ جبریل، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1990، صفحہ 385

[27]ابن الجوزی، عبد الرحمن بن علی، تاریخ عمر بن الخطاب، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2003، صفحہ 97

[28]الشریف الرضی، نہج البلاغۃ، بیروت: دار المعرفۃ، بے تاریخ، صفحہ 346

[29]آل عمران، 3:104

[30]القشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1991، جلد 1، صفحہ 99، کتاب الایمان، حدیث: 102

[31]الماوردی، ابو الحسن علی بن محمد، الاحکام السلطانیۃ والولایات الدینیۃ، قاہرہ: دار الحدیث، 2006، صفحہ 85

[32]اقبال، محمد، کلیاتِ اقبال ضربِ کلیم، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1990، صفحہ 485

[33]البقرۃ، 2:282

[34] Klitgaard, Robert, Controlling Corruption, Berkeley: University of California Press, 1988, 75

[35]السجستانی، سلیمان بن اشعث ابو داؤد، سنن ابی داؤد، بیروت: المکتبۃ العصریہ، بے تاریخ، جلد 3، صفحہ 134، کتاب الخراج والامارۃ والفیء، حدیث: 2943

[36]اقبال، محمد، کلیاتِ اقبال بالِ جبریل، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1990، صفحہ 355